مراکش کا مجاہد

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری)

سلطان مراکش حسن بن محمد بن عبد الرحمن اپنے والد کی وفات کے بعد نویں صدی کے نصف ثانی میں تخت مراکش کے والی مقرر ہوئے، ان کے حصہ میں تمام وہ مصیبتیں آئیں جو سلاطین کی اولاد میں باپ کی طرف سے بطور وراثت آیا کرتی ہیں اور ان مصائب و آلام کا بار ہمیشہ رعایا کی گردنوں پر ہوا کرتا ہے۔

اس سلطان کے ورثہ میں جو حکومت آئی وہ غیر منظم تھی، اور اس میں فتنہ و فساد عام تھا، فوج اس قدر مضمحل اور بے ترتیب تھی گویا اس کا وجود عدم کے برابر تھا۔ اس کے باپ کے زمانہ ہی میں چند سالوں کے اندر پے در پے دو مرتبہ شکست کھا چکی تھی، فوج کے علاوہ حکومت کا انتظام بھی بدنظمی کی نذر ہو چکا تھا، اور ارباب حل وعقد جہل و فساد میں مثل اعلیٰ کا مصداق بن چکے تھے، حتیٰ کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مراکش کی حدود کہاں سے کہاں تک ہیں، اور ان میں کیا کیا ہو رہا ہے، وزراء سے لیکر دیگر عمال تک سب لاأبالی پن کا نمونہ بن چکے تھے، اور حد تو یہ ہے کہ اسپین اور فرانس کے لیڈروں نے جب مراکش پر اپنی جاگیرداری کا اعلان کیا، تب بھی وزراء اور امراء اپنے اپنے محلوں اور بنگلوں میں بیٹھے خاموشی سے یہ تماشا دیکھتے رہے اور کسی کو بھی توفیق نہ ہوئی کہ اس دخل غیر معقول کے خلاف آواز بلند کرے۔

ایک طرف حکومت کے اندرونی و بیرونی نظام کے انتشار کا یہ عالم تھا تو دوسری طرف بڑے اطمینان و سکون سے آبائی رسم و رواج اور اجدادی تقلید میں محویت کا مظاہرہ کیا جاتا، اور تمام احوال سے بے خبر ہو کر محل میں بزم طرب و نشاط منعقد کی جاتی تھی۔

انہیں آبائی تقلید میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ موسم بہار میں جبکہ درختوں میں ہرے ہرے پتے آجاتے ہیں، پھل پکنے لگتے ہیں، اور کلیاں کھلنے لگتی ہیں، علماء جامعہ قروین کی فاس میں دعوتیں ہوتیں، اور پورے ایک ہفتہ تک وہیں ان علماء کبار کی ضیافت کا پورا انتظام کیا جاتا، اور قصر رابض کے باغ میں ان کو عمدہ عمدہ کھانے کھلائے جاتے، علماء سلطان کے دسترخوان پر طعام تناول فرماتے اور کھانا کھانے کے بعد ان کے اوپر عطر پاشی کی جاتی تاکہ وہ اپنے لباس، ہاتھ، چہرے کو معطر کر سکیں۔

یہ ضیافت علماء سال دو سال ہو کر بند نہیں ہو گئی بلکہ ایک سلطانی شیوہ بن گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کرام سال میں فصل بہار کے اس ہفتے کو کبھی نہیں بھولتے، گویا وہ اپنا حق اور سلطان کے واجبات میں سے اس دعوت کو بھی شمار کرتے تھے حتیٰ کہ اس زمانہ میں شاہی ملازموں سے ان کے تعلقات بھی اچھے ہو جاتے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

سلطان حسن اس حیثیت سے اپنی مثال آپ تھا کہ اسے علوم دینیہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، علوم لغت اور اس کے اسرار سے خوب واقف تھا، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں ملک کی اصلاح کا قابل قدر جذبہ بھی موجزن تھا، چنانچہ اس نے تخریب آشنا حکومت کی اصلاح پر پوری توجہ

مبذول کی، اور اپنی حکومت کو از سرِ نو زیورِ عمرانیات سے مزیّن کرنے کے لئے فوجی اور علمی وفود یورپ کے ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، فرانس، اسپین، اٹلی، جرمنی وغیرہ میں روانہ کئے، جنہوں نے اجتماعیات اور دیگر علوم وفنون میں مہارت حاصل کی، فوجیوں نے ان ممالک سے سلطان کی خدمت اور مُلک کی حفاظت کا جذبہ حاصل کیا، فرانس میں جو فوج بھیجی گئی وہ بحری تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی، اور جرمنی سے اُمورِ دفاع کے متعلّق معلومات بہم پہنچا کر واپس ہوئی۔

دینی لوگوں کی قوم و مُلک سے بیزاری کے باوجود ان غیر ممالک کے تعلیمیافتہ فوجیوں نے اپنے مقصد کو سمجھا اور اپنے آپ کو قوم و مُلک کی حفاظت اور دفاع کیلئے وقف کر دیا، جب یہ وفد اپنے ملک کو واپس ہوا تو سُلطان حسن نے ان کا شاندار استقبال کیا۔

یہ قوم و ملک کے محافظ واپس آکر اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروفِ عمل ہو گئے، اس اثناء میں سُلطان حسن کو ان فوجیوں کے حُسنِ عمل سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی، اور اس نے ان فوجیوں کو اپنے سے قریب تر کرنے کی کوشش کی، اور اپنے اوقات کا ایک معتدبہ حصّہ ان کے ساتھ اظہارِ اُنسیت میں گذارتا، اور اُن کو اپنی مجالس میں شریک ہونے کی اجازت دیدی تھی، جس کا سبب علوم جدیدہ اور یورپ سے متعلّق وہ معلومات تھیں جو یہ وفود اپنے ساتھ لائے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد سُلطان نے انھیں لوگوں کو اپنے حلقہ میں لیکر ایک نئی مجلس مشاورت قائم کی، موقع کی نزاکت کے پیشِ نظر یہ ایک مناسب اقدام تھا۔ لیکن پُرانے مشیروں اور مقربوں نے اِسے اپنی توہین سمجھا کہ یہ نئے نئے لونڈے حکومت کے مشیر ہوں، اس کے کھوٹے کھرے کے ذمّہ دار رہیں اور ہم پُرانے تجربہ کار عضوِ معطل بنے دیکھتے رہیں۔ لہٰذا اُن میں انقلابی ذہنیت کام کرنے لگی اور سُلطان کے خلاف ایک محاذ قائم کرنے کا پروگرام بنایا لیکن ان کے سامنے یہ مصیبت بھی تھی کہ وہ کس طرح ان نوخیز لونڈوں پر حملہ کریں جو سُلطان کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہیں، کیوں کہ اگر پُرانے فوجی حملہ بھی کریں تو ان کے پاس نہ نئے سامانِ حرب ہیں، نہ وہ جدید طرزِ حرب سے واقف ہیں کہ ان جدید تعلیم یافتہ فوجیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اِسی طرح اگر پُرانے وزراء سُلطان کے خلاف کوئی سازش کریں تو کامیاب نہیں ہو سکتے، کیوں کہ محل اور قلعہ کے باہر کے ماحول سے وہ بے خبر ہیں، اور اگر مشیر کار حضرات بھی کوئی داؤ لگائیں تو ان نوجوان تعلیم یافتہ اربابِ حل و عقد کے سامنے اُن کی ایک نہیں چل سکتی۔ ہر طرف نظر دَوڑانے کے بعد اس جماعت نے علماءِ دین کو اپنا آلۂ کار بنانے کی سوچی، کیونکہ یہی سُلطان کے مقابلے میں ایسے آلات تھے جن سے وہ بخوبی سُلطان کا بہرصورت مقابلہ کر سکتے تھے، ان کے سامنے بڑے بڑے کمانڈر اور فوجی مسلح سپاہی بھی ہیچ تھے، جس کی شکل یہ قرار پائی کہ وہ سُلطان سے دین کے موضوع پر گفتگو کریں، اِس طرح علم وفن، شعر وادب کے ناطے سُلطان سے بخوبی قرب حاصل کرلیں گے، اِس کے علاوہ ان کا سب سے کارآمد آلہ تحریم وتحلیل اور تکفیر و الحاد کی مشین گن ہے، جس کے ذریعے وہ اس جماعت کی ترجمانی سلطان کے رُوبرو بآسانی کر سکتے ہیں۔

قسمت نے ان عیش پرستوں کی یاوری کی بایں طور کہ سُلطان باوجود جدید مشیر کاروں اور حلقۂ احباب کے علماء کا پہلے ہی کی طرح معتقد تھا، ان کے علاوہ دیگر امراء و وزراء سابقہ کو اپنی نظروں سے گرا چکا تھا اور اب بھی وہ سابق دستور کے مطابق فصلِ ربیع میں علماء و صلحاء کی دعوتیں کیا کرتا تھا، علماءِ کرام نے بھی لبیک کہا، اور یقین کرلیا

کہ نوخیز ارباب حل وعقد مستقبل میں عظیم خطرہ ثابت ہوں گے اِس خطرے کو بھانپ کر انہوں نے اپنا ایک وفد سلطان کی خدمت میں روانہ کیا اور جہاد کا یہ ایک نیا طریقہ ایجاد کر کے عَلَمِ جہاد بلند کئے ہوئے سُلطان کے تقویٰ و تقرب کی اُمید پہ دربار میں حاضر ہوئے اور سُلطان کو اُن نوجوانوں کے خلاف بھڑکاتے ہوئے کہا "یہ نوخیز لونڈے جنھیں آپ نے اپنا مشیر کار بنایا ہے بڑے بے ادب ہیں، عام راستوں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، یہ تمام کے تمام فاسق ہیں، کیوں کہ اُن کو نہ روزے سے مطلب ہے نہ نماز سے"۔

علماء کے وفد کی یہ بات سُنکر سُلطان نے کہا:-

"غفر اللہ لھم" اللہ اُن کی مغفرت کرے وہی ان کو زیادہ بہتر طریقہ سے جانتا ہے۔ پھر آپ علماء کرام نے بھی تو اِس موقع پر اپنے مقام و موقف کا لحاظ نہ کیا اور بلا تکلّف آپ حضرات نے اُن کو لعنت ملامت کرنی شروع کر دی حالانکہ آپ حضرات کی ذات اِس سے بالاتر ہے"۔

علماء کی جماعت اس کے بعد بھی اُن نوجوانوں کو برابر بُرا بھلا کہتی رہی، یہاں تک کہ سُلطان کی غیرت نے اِسے گوارا نہ کیا اور اپنے خلاف سازش کرنے والوں کو جلا وطن کرنے کا حکم دے دیا۔ اب اُن سابق عیش پسندوں اور تجربہ کاروں کو سوائے جلا وطن ہونے کے اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ یہ لوگ وہاں سے نکل کر یورپ کے شہروں میں پھیل گئے۔ لیکن اُن میں سے بعض مجاہدین نے آخری وقت تک اِس سرزمین کو نہ چھوڑا، اور ہر قسم کی قربانی دے کر مراکش ہی میں سکونت اختیار کئے رہے، اُن ہی مجاہدین میں سے محمّد بن نوسی بھی ہیں، جنہوں نے ریف نامی آزادی کی جنگِ عظیم میں قائد کے فرائض انجام دیئے۔

اب مراکش میں انقلاب کا کوئی بھی ذریعہ باقی نہ رہا، اور عوام نا اُمید ہو کر سرنگوں ہو گئے۔ رہے علماء اور کچھ پہلے کے خواص، تو انہوں نے اسے اپنی کامیابی سمجھا، اور خوشی کا اظہار کیا

لیکن اُن کی خوشی زیادہ دِنوں نہیں چل سکی خود اُن ہی میں سے ایک عظیم شخصیت نے اُن کی اُمیدوں پہ پانی پھیر دیا، وہ نہ سُلطان کی فصل ربیع کی ضیافت میں جاتی نہ اُس کے ولیمہ یا اور کسی شاہی تقریب میں شرکت کرتی، یہ عظیم شخصیت تمام علماء کا سربراہ اور ان کا شیخ شمار کی جاتی تھی، جامعہ قروین کے سیاہ و سفید کا مالک یہی شیخ تھا جو شیخ عارف باللہ الحاج محمّد مجنون کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، مجنون جیسا عظیم خطاب خود علماء ہی کی جماعت نے آپ کے لئے منتخب فرمایا تھا اور کیوں نہ یہ خطاب عنایت فرماتے جبکہ اُن کا قصرِ معلّیٰ اس کی ذات سے مسمار ہو رہا تھا، وہ اپنے معتقد علماء کی ایک مختصر سی جماعت کو لیکر مراکش کی سربراہی کرنے لگا، اور اس گھنگھور تاریکی میں شمع فروزاں کے فرائض انجام دینے لگا جس کا جنون جہاد اِس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ پورے پورے دن جامعہ قروین کے طلباء کے سامنے لیکچر ہی دیا کرتا تھا۔

اُن کی تقریر کا قاعدہ یہ تھا کہ جامعہ میں جانے کے بعد لڑکوں سے کہتے کہ میں آج فعل لازم و فعل متعدی کے متعلّق تم کو کچھ بتلانا چاہتا ہوں اور الفیہ ابن مالک کے دو چار اشعار پڑھ کر اُن کو سُناتے پھر الفیہ کو ایک طرف ڈال دیتے اور نحو کا درس چھوڑ کر مُلک کے فتنہ و فساد اور انتشار کا پول کھول کر لڑکوں کے سامنے رکھتے اور مُلک میں جو ظلم و ستم ہو رہا تھا اُس کی پُوری تفصیل اُن کو سُناتے۔

اِس کے بعد وزراء سے لے کر محل کے معمولی خادم تک کی خبر لیتے، پھر یہ تمام بار اُن علماء کرام کے سر ڈال دیتے اور انھیں کو دین و اخلاق کے بارے میں ذمّہ دار ٹھیراتے اور فرماتے کہ دین و اخلاق ایک امانت ہے، ایک عمل ہے، لیکن علماء نے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ سُلطان کے کاسہ لیس بنے بیٹھے ہیں، اور کرسی پہ اپنے مخصوص درباری لباس میں بیٹھ کر سلطان کے حواشی کی قدمبوسی کر رہے ہیں تاکہ سُلطان کی ہر دعوت میں اُن کو نمایاں مقام عطا ہو

اور اُن کی پوری خاطر تواضع کی جائے۔

لیکن یاد رکھو تمہارے اسلاف ایسا نہیں کرتے تھے، اُمتِ مسلمہ کا کوئی امام ایسے جبر ائمہ میں ماخوذ نہیں ہے نہ اس میں امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ نہ امام ابوحنیفہؒ اور نہ ہی ان کے تلامذہ نے ایسی کوئی حرکت کی، یہ ہمارے پیشوا اور رہبر تھے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ آمین!

اسی طرح شیخ محمد مجنون مراکش کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے تھے:۔

"یہ سلطان فی نفسہ بہترین سلطان تھا اس کا ارادہ تھا کہ وہ تمہاری بھلائی کے لئے حتی الامکان کوشش کرے، لیکن تم (علماء) نے اپنے فائدوں، مشیر کاروں، اور کاسہ لیسوں کو لیکر شیطان کی طرح وسوسہ اندازی شروع کردی، اور اسے کمزور وضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی سلطان کے ارادے حریت خیر کے سلب کے ذمہ دار واحد تم ہی لوگ ہو، تم ہی لوگوں نے اس کے ضمیر کو ناکارہ بنایا، یہ تمہارا کارنامہ کوئی نیا نہیں ہے بلکہ پہلے سلاطین کے ساتھ تمہارے یہ احسانات ہمیشہ رہے ہیں اور گمراہی وفساد کا فتویٰ دیکر تم لوگوں نے اُن کو برباد کیا ہے، ہماری بدنامی کے واحد سبب آج بھی تم ہی ہو جیسے کہ گذشتہ تباہیوں کے ذمہ دار ہو"۔

شیخ کی اس قسم کی تمام تقریریں علماء قروین اور بعض طلبہ سلطان کے حواشی کے گوش گذار کرتے، اور یہ کارندے علماء کے ذریعہ یہ سلطان حسن سے شیخ کی تمام تقریریں نقل کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ پر سلطان نے زمین تنگ کردی، اور اپنے دو پولیس کو شیخ کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا جب ان دو پولیس نے شیخ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو شیخ کے ایک خادم نے بڑھ کر دروازہ کھولا، انہوں نے اپنے سامنے شیخ کو صحن میں گھریلو لباس میں ملبوس بیٹھا ہوا پایا، اُن کے سامنے کتابیں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ جھکے ہوئے تھے۔

ایک پولیس نے آگے بڑھ کر کہا، "آپ کو سلطان نے یاد فرمایا ہے"۔ شیخ نے پوچھا، کیا ابھی؟، پولیس نے جواب دیا ہاں! اور پھر شیخ نے ابھی اپنے جوتے بھی نہیں پہن پائے تھے کہ دونوں پولیس نے اُن کو نہایت بے دردی سے گھسیٹنا شروع کردیا۔

یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی، عوام نے جمع ہوکر قصرِ سلطانی کا رُخ کیا، اُس وقت ہر ایک شخص بپھرا ہوا نظر آرہا تھا۔ محل کے قریب پہونچتے ہی عوام نے چند نمائندوں کو منتخب کرکے خدمت عالیہ میں بھیجا۔ جنہوں نے بارگاہِ سلطانی میں جاکر صاف صاف الفاظ میں کہدیا کہ یا تو آپ ہمارے شیخ کو رہا کردیں اور وہ جاکر اپنے مدرسہ وطلبہ میں درس وتدریس کو انجام دیں، یا پھر ہمارا انقلابی چیلنج منظور کیجئے، ہم ان کو زبردستی بھی محل سے رہا کرا سکتے ہیں۔

یہ سُنکر محل کے مکینوں میں سناٹا چھا گیا، اور شیخ نہایت آب وتاب کے ساتھ محل سے نکل مدرسہ اور طلبہ میں جا پہونچے۔

ان دنوں مراکش کے اندر قضاۃ کا محکمہ قائم تھا، شیخ مجنون ان دنوں مراکش کی عدالت عالیہ کے حاکم اعلیٰ تھے۔ ایک دن ان کے پاس ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا، جو عدالت اولیٰ کا فیصل کردہ تھا، اس کی منتقلی کا مقصد یہ تھا کہ اُس پر از سر نو بحث کرکے اس کا فیصلہ کیا جائے۔ شیخ نے مقدمہ کی نوعیت پر غور کیا تو اُسے غلط پایا۔ اور قاضی کو طلب کرکے اس غلط فیصلے پر بحث کی، جس کے نتیجہ میں قاضی نے فقہی دلیلوں کے باوجود اپنے غلط فیصلے کے صحیح ہونے پر اصرار کیا، شیخ نے وہیں غصہ میں چور ہوکر اُس کو جھٹلاتے ہوئے فرمایا "تم جاہل ہو، کچھ نہیں جانتے"۔

یہ خبر محل میں پہنچائی گئی، اور فوراً سلطان کا ایک شاہی فرمان جاری ہوا، جس میں بغیر تحقیق و تفتیش کے دونوں کی معزولی کا حکم صادر کیا گیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ حکم مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جائے چنانچہ تاسس کی جامع مسجد میں سرکاری آدمی نے یہ سلطانی حکم پڑھ کر لوگوں کو سنایا :۔

" سلطان نے شیخ مجنون اور فلاں قاضی کو مراکش کے عہدۂ قضاۃ سے معزول فرمایا، پہلے کو اُس کی حماقت کی وجہ سے، اور دوسرے کو اُس کی جہالت کی وجہ سے"۔

ایک دن شیخ مولا ادریس کی مسجد کی زیارت کو تشریف لے گئے، یہ مسجد مراکش کی اُن مسجدوں میں شمار کی جاتی تھی جس میں اگر قاتل بھی داخل ہوجائے تو مامون ہو جاتا ہے۔

شیخ نے جب مسجد میں اپنا قدم رکھا تو ایک تندرست اور باعافیت بزرگ کو بیٹھا ہوا پایا، آپ نے اُن سے سوال کیا، " آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" انھوں نے کہا :۔

" میں یہاں پناہ گزین ہوں، مجھے لوگ عہدۂ قضاۃ پر مامور کرنا چاہتے ہیں اور میں اُس کو قبول کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا کیوں کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ اِس زمانہ میں انصاف محال ہے" آپ نے فرمایا " جاؤ...... جاؤ.... جاؤ جہاں بھیج رہے ہیں، اور عہدۂ قضا قبول کرلو" انھوں نے فرمایا۔

" حضرت میں کیسے جان بوجھ کر ظالم بنوں"۔ آپ نے فرمایا، " او کاہل میں خود بھی اس سے راضی نہیں ہوں لیکن مصلحت یہی ہے کہ جاؤ..... جاؤ اور اپنا عہدہ سنبھالو اور فیصلہ میں عدل کرو، ظاہر ہے کہ وہ تم کو الگ کر دیں گے اور تم حق پر رہو گے اِس طرح جان بچ سکتی ہے"۔

اِس کے بعد شیخ وہاں سے جامعہ واپس ہوئے اور اپنے درس میں وہی قومی فتنہ و فساد اور انقلابات کے ذکر کا سلسلہ شروع کیا، یہاں تک کہ جب اپنا مدعا پورا کر چکے تو اپنے شاگردوں کو نصیحت فرماتے ہوئے یہ اشعار پڑھے :

(۱) ذهب الرجال المقتدی بفعالهم
المنکرون لکل امر منکر

(ترجمہ) وہ مثالی شخصیتیں گزر گئیں جن کے افعال قابلِ اقتداء تھے۔ اور جو ہر امر منکر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(۲) و بقیت فی خلف یزکی بعضهم
بعضا لیدفع مغور عن مغور

(ترجمہ)

(۳) ابنی ان من الرجال بهیمة
فی صورة الرجل السمیع المبصر

(ترجمہ) بیٹے! بعض لوگ اچھے خاصے صاحب بصیرت اور صاحب معاملہ کی شکل میں چوپائے ہوا کرتے ہیں۔

(۴) فطن بکل مصیبة فی ماله
فاذا اصیب بدینه لم یشعر

(ترجمہ) کیونکہ ایسے لوگ ہر مصیبت کے وقت تو عقلمندی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن جب اُن کے دین کو کوئی نقصان پہونچتا ہے تو نرے جاہل ثابت ہوتے ہیں"۔

اللہ تعالےٰ اس مجاہد پر بارانِ رحمت نازل فرمائے ٭